رحمہ اللہ علیہ

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

(ایک عہد ایک تحریک)

رانا تنویر قاسم

اس کائناتِ رنگ و بو میں ہزاروں شخصیات ایسی گزری ہیں جن کی تب و تاب جاودانہ تاریخ کی نظر نہیں ہوئی بلکہ انہی کی نورانی کرنوں سے تاریخ منور ہوتی چلی گئی ان کی شجاعت و بہادری اور لازوال جراتوں کے ذکر سے آج بھی دلوں کی مردانی چھٹ جاتی ہے ان کی جلائی ہوئی شمعیں اپنی ضوفشانیوں سے زندہ قوموں کو راستہ دکھاتی رہتی ہیں۔ وہ آسودہ خاک ہوکر بھی دلوں میں شوق شہادت کے ایسے بیج بو جاتے ہیں جو ان کی رحلتوں کے بعد تناور درخت بن جاتے ہیں۔، جو شرک و بدعت کی آندھیوں اور استعمار کے حملوں کے آگے ایسی فصیل بن جاتے ہیں۔ جسے عبور کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضروری ہوتا ہے۔ تجدید و احیائے دین کے اس کارواں کے ایک قائد علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید بھی ہیں جنہیں آج ہم سے جدا ہوئے 16 برس بیت گئے ۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی آفاقیت مسلمہ تھی وہ پاک و ہند کا قیمتی سرمایہ اور اسلامی دنیا کی متاع عزیز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا، ایسی ہی صفت اور ہمہ جہت صلاحیتوں والے لوگ آج چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ہم ابطال، افراد و اشخاص کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس حقیقت کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ احسان الٰہی ظہیر جیسی سرآمد روزگار شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں، لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کے بعد مادر گیتی وطن سے ایسی بہادر شخصیتیں جنم لیتی ہیں، ان کی خوبیوں کا باب بہت طویل ہے یہاں ان کے چند بہادرانہ پہلوؤں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر 1976ء کے اواخر میں مدینہ یونیورسٹی سے مراجعت فرمائے وطن واپس ہوئے اور تحریکوں کے مرکز لاہور کی تاریخی مسجد چینیانوالی جو مولانا داؤد غزنویؒ اور مولانا اسماعیل سلفیؒ کی بھی مسند تھی میں اپنی خطابت کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ ایوبی آمریت کا دور تھا۔ تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی مسئلہ ختم نبوت بیان کرنے کی پاداش میں آغا عبدالکریم شورش کاشمیریؒ سمیت دیگر راہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ملک کی مذہبی دنیا پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جلسہ باز علماء کرام پر سکوت مرگ طاری تھا، منبر و محراب کی زبانیں گم ہوچکی تھیں وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کا عنفوان شباب کا زمانہ تھا چنانچہ اب ابن تیمیہؒ کا یہ جانشین، احمد بن حنبلؒ کا یہ وارث، شاہ اسماعیل شہید کا یہ روحانی فرزند پوری شجاعت سے عواقب ونتائج سے بے پرواہ ہوکر میدان دغا میں اترا ایوب شاہی کو للکارتے ہوئے چیلنج کیا اور انہیں بتایا کہ اسلام کی راکھ میں ابھی ایسی چنگاریاں ابھی باقی ہیں جو تمہیں چشم زدن میں بھسم کرسکتی ہیں اور حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے ہر جمعہ میں آپ سامعین میں ارتعاش پیدا کرتے رہے تا آنکہ علامہ صاحب کی شجاعت اور استقامت نے حالات کے دھارے کو صحیح رخ پر موڑ دیا۔ 1973ء میں پنجاب میں غلام مصطفیٰ کھر کے اقتدار و اختیار کا طوطی بولتا تھا انہوں نے صوبے میں روا رکھے جانے والے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی مصطفیٰ کھر نے آپ پر ایک درجن کے قریب مقدمات دائر کروائے ان میں ایک قتل کا مقدمہ بھی تھا لیکن کھر کی کوئی دھمکی آپ کو ڈرا نہ سکی اور نہ جھکا سکی اور نہ ہی کوئی پیشکش آپ کے قدموں کو ڈگمگا سکی یہاں تک کہ کھر کو اپنے اقتدار و اختیار سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا۔ علامہ صاحب اسلام اور دین دار طبقے کے خلاف کسی آواز کو سننا برداشت نہیں کرتے تھے انہیں بڑی جرات سے روکتے اور ٹوکتے تھے ایسا ہی واقعہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے کے دور میں پیش آیا۔ بھٹو کے زمانے میں پنجاب کی سیاست مدوجزر کا شکار ہی بھٹو نے حنیف کو وزیر اعلیٰ پنجاب بنادیا، رامے صاحب دین کے معاملے میں بھی اپنی عظیم دانش کے دعویدار ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی وزارت اعلیٰ کے زمانے میں لاہور اسمبلی ہال میں شہر کے تمام مکاتب فکر کے

ناموراعلماء وفضلاء، خطباء اور مبلغین کا ایک اجلاس بلایا جس میں علامہ صاحب کو بھی رامے صاحب نے مدعو کیا۔ علامہ صاحب جب اس اجلاس میں تشریف لائے تو رامے صاحب اپنے خطاب میں علماء کو گھور رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں قرآن کا ایک طالب علم ہوں لیکن پورے قرآن میں العیاذ باللہ مجھے کہیں بھی اسلامی دستور نظر نہیں آیا رامے صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ علماء میں راست بازی اور جرات اظہار نہیں ہے وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے دب جاتے ہیں علماء کی اکثریت ماشاءاللہ اور سبحان اللہ کے ڈونگرے برسا رہی تھی رامے صاحب اپنا خطاب ختم کر کے بیٹھ گئے تو علامہ صاحب از خود فوراً اٹھے اور رامے صاحب کے پاس جا کر سٹیج پر خطاب شروع کر دیا۔ علامہ صاحب اپنی روایتی گھن گرج میں فرمایا کہ میں قران کے طالب سے مخاطب ہوں اور اسے بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ بولا ہے اگر قرآن میں اسلامی دستور نہیں تو بتاؤ پھر قرآن میں ہے کیا؟ قران نے خدائی احکام کے بغیر باقی سب کو طاغوت قرار دیا ہے، قران نے تم جیسے کج فکر، کج فہم اور کج ذہن انسانوں کو طاغوت قرار دیا ہے۔ قرآن کے ایک ایک لفظ میں اسلام کا دستور حیات مضمر ہے، قرآن اسلامی دستور کی بنیادی دفعات کے متن کی حیثیت رکھتا ہے سرور کائنات ﷺ کے فرمودات اس کی تشریح توضیح اور تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قران کریم ہی رسول اللہ ﷺ کی تشریحی حیثیت کو جابجا زوردار الفاظ سے واضح کرتا ہے اطاعت رسول ﷺ اتباع رسولؐ اسوہ رسولؐ کا دوسرا نام اسلامی دستور ہے، علامہ صاحب نے اس حوالے سے قرآنی ایات پڑھ کر سنائیں، اور کہا کہ قرآن کریم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کو قرآن نے ''ظالمون'' اور ''فاسقون'' قرار دیا ہے۔

علامہ صاحب کی اس جرات اور دلیری پر علماء کا مجمع الحمدللہ کہتا جا رہا تھا۔ علامہ صاحب نے رامے صاحب کو جھنجوڑتے ہوئے کہا کہ ایک عالم برس ہا برس سے اوقاف کی مسجد کا خطیب ہے اس کے بچے بچیاں جوان ہیں وہ بالواسطہ آپ کا ملازم ہے اب اگر وہ جرات اظہار سے کام لیتا ہے تو راست بازی اور صداقت کا ثبوت دیتا ہے تو رامے صاحب اور اس کے یمین و یسار اولا اسے مسجد کی امامت و خطابت سے ہٹا دیں گے ثانیا اس کو اس مسجد سے اٹھا کر سینکڑوں میل دور کہیں کسی دور افتادہ مقام پر تبادلہ کر دیں گے اب آپ ہی بتائیں وہ جرات کا اظہار کیسے کر سکتا ہے۔ اور راست بازی کا ثبوت کیسے بہم پہنچا سکتا ہے۔ میں آپ کا ملازم نہیں، میں آپ کو روکتا بھی ہوں اور ٹوکتا بھی ہوں اور انشاءاللہ احتساب کا ڈنڈا بن کر آپ کے سر پر لٹکتا رہوں گا۔ رامے صاحب کی پیشانی عرق آلود ہو چکی تھی ان کے بری طرح پسینے چھوٹ رہے تھے۔ علامہ صاحب کی بیباکی اور بہادری سے ان کے چہرے کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ علامہ صاحب کے بعد کسی عالم نے تقریر نہیں کی مولانا سید ابوبکر غزنویؒ کو دعوت دی گئی تو سید صاحب نے فرمایا میرے بھائی علامہ احسان الٰہی ظہیر کے خطاب کے بعد مزید گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، مولانا محمد بخشؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ، مولانا احسان اللہ فاروقی، مولانا محمود احمد رضویؒ، مولانا سید عبدالقادر آزادؒ، سب نے سٹیج پر آ کر یہی بات کہی، رامے صاحب نے چائے کا بندوبست دوسرے کمرے میں کیا ہوا تھا علماء کرام چائے کیلئے تشریف لے گئے۔ علامہ صاحب باہر چلے گئے تو رامے صاحب نے آدمی بھیج کر انہیں بلایا، رامے صاحب کے ساتھ ایک کرسی خالی تھی علامہ صاحب اس کرسی پر بیٹھ گئے۔ علامہ صاحب نے رامے صاحب کی میز سے ایک بسکٹ اٹھا کر رامے صاحب سے کہا کہ آپ مساوات کے علمبردار ہیں بتاؤ جو بسکٹ آپ کی میز پر ہیں وہی بسکٹ علماء کرام کی میز پر رکھے گئے ہیں؟ ارے جو لوگ چائے کی ٹیبل پر مساوات نہیں کر سکتے وہ کس منہ سے مساوات کے علمبردار بنے ہوئے ہیں اور ان سے کیسے انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ رامے صاحب اس تفاوت کے ثبوت سے پسینے میں شرابور ہو گئے اور حکم دیا کہ علماء کی میزوں سے پہلے بسکٹ اٹھوائے جائیں اور وہی بسکٹ علماء کو پیش کئے جائیں جو میری میز پر ہیں تو ایک حنفی بزرگ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ کا جانشین اہل حدیث عالم ہی ہو سکتا ہے۔

1977ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی دھاندلیوں کے ردعمل میں قومی اتحاد کے اسٹیج سے ایک زبردست اور مثالی تحریک چلی، تحریک نظام مصطفی ﷺ میں سب سے قد آور علامہ صاحب ہی نظر آتے ہیں جب قومی اتحاد کے مرکزی قائدین گرفتار کر لئے گئے اور لاہور صف ثانی اور صف ثالث کے لیڈروں سے خالی ہو گیا اور قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے صوبائی قائدین بھی حراست میں لے لئے گئے لاہور اور

کراچی میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تو اس وقت پوری شجاعت اور حوصلے سے علامہ صاحب نے تحریک نظام مصطفی ﷺ کی قیادت سنبھالی وہ ہماری اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ کرفیو کے نفاذ کے باوجود علامہ صاحب بھیس بدل کر مسجد شہداء میں شجاعت سے خطاب فرماتے رہے اور پورے ملک کے کارکنوں کی رہنمائی فرماتے رہے ۔علامہ صاحب اس وقت بھٹو گردی کے خلاف نہ صرف شمشیر برہنہ بلکہ دو دھاری تلوار بنے رہے۔ حتیٰ کہ قومی اتحاد کے جلوس کو دیکھ کر ملٹری نے لکیر کھینچ دی کہ جو اسے کراس کرے گا وہ ملٹری کی گولی سے نہیں بچ سکے گا۔ علامہ صاحب نے جرات مندانہ، مجاہدانہ اور جذبہ شجاعت سے کام لے کر سینے کے بٹن کھولتے ہوئے لکیر سے آگے بڑھ کر فرمایا کہ میں لکیر عبور کر چکا ہوں اگر تم میں ہمت ہے تو میرا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دو ہم نے جھپٹنا سیکھا ہے پلٹنا نہیں سیکھا اس جرات سے متاثر ہو کر لاہور سے کرفیو اٹھ گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے عوامی مارشل لاء کے خلاف سب سے پہلے زوردار آواز جو منٹو پارک میں عید کے زبردست اور عظیم مجمع میں اٹھی وہ احسان الٰہی ظہیر کی آواز تھی۔ آپ نے بھٹو سے کہا کہ اگر تم عوامی مارشل لاء کے نام پر اپنی آمریت قائم کرنا چاہتے ہو تمہیں قائد عوام کہلانے پر شرم آنی چاہئے۔ بھٹو کا دور حکومت سیاسی جماعتوں، سیاسی ورکروں اور دینی جماعتوں کے ابتلاء و آزمائش کا دور تھا۔ بھٹو شاہی کے خلاف سیاسی جماعتوں کا جو قافلہ خم ٹھوک کر میدان میں اترا، علامہ صاحب بھی اس قافلہ کے حدی خوانوں میں نمایاں تھے اس وقت بھٹو کے خلاف تحریک استقلال شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتی تھی اس میں آپ نے شمولیت اختیار کی اس دور میں اپ نے بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خاں چوہدری ظہور الٰہی اور ائیر مارشل اصغر خان کا پوری بہادری اور استقامت سے حق رفاقت ادا کیا۔

جنرل ضیاء الحق نوے دن میں انتخابات کے وعدہ پر اقتدار و اختیار پر قابض ہوئے تھے۔ 5 شرعی حدود کا نفاذ کیا لیکن جنرل صاحب نے عملاً کسی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ نام نہاد ریفرنڈم سوانگ بھی اسلام کے نام پر رچایا لیکن اسلام خوردبین لگا کر بھی ملک میں نظر نہیں آتا تھا۔

جنرل ضیاء الحق کے عمل اور گفتار کے تضاد نے حساس اور ذہین طبقے کو دینی اقتدار سے بیزار کر دیا جنرل ضیاء نے اپنی سیاسی حکمت عملی سے ہر جماعت میں پھوٹ ڈال کر مفاد پرستوں اور خود فروشوں کا ایک حصہ اپنی تائید و حمایت پر آمادہ کر لیا چاروں مکاتب فکر کے بعض نامور علماء کو اپنا حاشیہ بردار بنالیا اور انہیں دینی مدارس سے تعاون کے نام پر سرمائے کا دانہ ڈال دیا لیکن اس خود غرضی اور مفاد پرستی کے بدترین دور میں علامہ ظہیر برہنہ شمشیر بن کر جنرل ضیاء الحق کی پالیسیوں کے خلاف گرجتے اور برستے رہے متعدد مواقع پر جنرل ضیاء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جنرل ضیاء الحق ہم نے تحریک نظام مصطفی ﷺ میں قربانیاں چہرے بدلنے کیلئے نہیں دی تھیں بلکہ نظام بدلنے کے لئے دی تھیں ہم نہ حریف اقتدار ہیں اور نہ حلیف اقتدار ہیں۔ ہم اس ملک میں صدیوں سے حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے ماریں کھا رہے ہیں ہمارا مقصد حیات ایک ہی ہے کہ اس ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو۔ اگر آپ اسلام نافذ کر دیں تو آپ کی چاکری ہمارے لئے عزت و افتخار ہوگی۔ ورنہ سن لو جو ہاتھ بھٹو کی گولیوں کا رخ موڑ سکتے ہیں وہ آپ کے ٹینکوں کا رخ بھی موڑ سکتے ہیں۔ جب دہشت پسندوں نے آبروئے پنجاب چوہدری ظہور الٰہی کو شہید کیا تو علامہ صاحب نے اپنے ایک بہادرانہ خطاب میں فرمایا کہ دہشت پسندو تم نے ہماری متاع عزیز ہم سے چھین لی ہے۔ حکمرانو تم بھی سن لو ہم زندہ رہیں گے اور جئیں تو چوہدری ظہور الٰہی کی طرح، مریں گے تو چوہدری ظہور الٰہی کی طرح ،شہادت کی موت مریں گے۔ علامہ صاحب کے یہ تاریخی الفاظ کس قدر صداقت پر مبنی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کے مرتبے پر فائز فرمایا۔ چوہدری ظہور الٰہی کی زبان میں علامہ صاحب نے فرمایا نہ ہم ڈریں گے اور نہ رہیں، نہ بکیں گے، ڈرنے والے ڈر گئے ، بکنے والے بک گئے۔ چوہدری ظہور الٰہی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر دونوں دنیا میں نہیں رہے لیکن آج چوہدری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی کی رفاقت کا سلسلہ احسان الٰہی ظہیر کے بیٹوں کے ساتھ برابر استوار ہے۔ امید ہے جرات و بہادری کی مشترکہ قدروں کو ان کی آنے والی نسلیں قائم رکھیں گی۔ علامہ کے خطاب کا طنطنہ تقریر کا دبدبہ اور گفتگو کا ہمہمہ مسلمہ امر تھا۔ اللہ نے ان کا خمیر ایسی ہی مٹی سے اٹھایا تھا جس میں ڈر، خوف اندیشہ فکر نام کی کوئی چیز نہ تھی ہم نے اپنے اکابرین سے امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شجاعت، استقامت، جرأ

ت و بہادری بیباکی اور بلند حوصلوں کی بے شمار کہانیاں سنی ہیں صحیح بات یہ ہے کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ہمارے دل میں جو احترام اور عقیدت ہے اس کی بڑی وجہ ان کی جرات و بیباکی ہے ان کی شجاعت اور بیباک تحریروں نے نوجوانوں میں ولولہ تازہ اور عزم راسخ پیدا کیا ان کا خاراشگاف قلم تلوار سے بھی زیادہ کاٹ رکھتا تھا ان کے قلم کی معجز نمائیوں نے ممولوں کو شہبازوں سے لڑایا انگریز جس کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں مولانا آزادؒ نے فرمایا تھا کہ انگریز ڈاکوؤں نے میرے ملک پر قبضہ کرلیا ہے۔ میں ڈاکوؤں کی عدالت نہیں مان سکتا میں انگریز اور اس کے نظام حکومت کا باغی ہوں۔ میں نے آزادی وطن کی آگ سلگائی ہے اسے کسی قیمت میں بجھنے نہیں دونگا آزدی وطن کیلئے میری سرگرمیاں تادم واپسیں جاری رہیں گی۔ آپ نے انگریز حکمرانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ''اے وزدان قافلہ انسانیت اے مجمع وحوش وکلاب تم میرے وطن سے کب رخت سفر باندھو گے؟ اور میرا ملک تمہاری نحوستوں سے کب پاک ہوگا''۔

علامہ صاحب کے خطابات میں مولانا آزادؒ کا وہی بانکپن، وہی جرات، وہی بے باکی، وہی حوصلہ یلغار، وہی عزم راسخ، وہی شجاعت، وہی پکار، وہی للکار، وہی یلغار، وہی اقدام، وہی سعی مسلسل، وہی عمل پیہم، وہی انداز قلندرانہ حکمرانان وقت کو للکارتا اور کہتا کہ میں نہ تمہیں مانتا ہوں نہ تمہاری حکومت، میں تمہارا باغی ہوں، تمہاری مرضی آئے میرے خلاف کیس کریں آپ اک سیل رواں، شعلہ بیان، باطل کیلئے مرگ ناگہاں، اہل ایمان کیلئے آب حیات جاوداں، شرک وبدعت کے سامنے تیغ براں بن کرامت مسلمہ کو ان آندھیوں سے محفوظ کرتے رہے ملت کا یہ ترجمان جو حافظ قرآن بھی تھا، فصاحت و بلاغت کا بحر بیکراں بھی تھا یہ غیر معمولی انسان جو خطیب عرب کے لقب سے موسوم ہوا جس کے مرقد پر گنبد خضریٰ آج بھی سایہ فگن رہتا ہے جنہیں جب عشق نبویؐ کے صلہ میں جنت البقیع کی ابدی راحتوں کا وافر حصہ نصیب ہوا جس کی للکار ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا کرتی تھی وقت کے آمروں کیلئے جس کی حیات کانٹا بن کر کھٹکتی رہی۔ یہی ان کی بصیرت تھی اور یہی حکایت مہرووفا تھی جس پر وہ فدا ہوگئے اور اپنے الفاظ کی صداقت اپنے لہو سے رقم کرگئے مینار پاکستان کے سائے تلے 23مارچ 1987 کو جب آہوں، سسکیوں اور کراہوں میں شہداء کے لاشوں میں انہیں میوہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لایا گیا تو انکی دلیری اور ان کی استقامت کی کیفیت یہ تھی کہ جزع فزع کے بجائے عیادت کنندہ سے دعا کی درخواست کرتا ہے، ملنے والے روتے تو انہیں کہتا کہ تم خود روتے ہو اوروں کو کیسے چپ کراؤ گے، اور ساتھ کہہ رہا ہے کہ میرے ساتھیوں کو رونے دھونے سے روکو اور میرے کتاب و سنت کے جاری کردہ مشن کو ہر حال میں جاری رکھو، اس کیلئے قربانی سے دریغ نہ کریں میرے مشن کو ٹھنڈا نہ ہونے دینا۔ لیکن افسوس جو اصلاح وعمل والی تحریک وہ چھوڑ کر گئے وہ آج کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوچکی ہے اور ان کے جانشین کہلانے والوں کو ان کے چھوڑے ہوئے مشن سے زیادہ اس بات کی فکر ہے کہ پارلیمنٹ میں کیسے پہنچا جائے، چاہے اس کیلئے اپنے نظریہ فکر اور ضمیر کا ہی سودا کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ جو اصلاح وعمل کے علمبردار تھے جو فساد کا شکار ہوگئے وہ جو داعی الی اللہ تھے وہ خود نفسیاتی خواہشوں کے غلام بن گئے جو رسوم و رواج کے خلاف جہاد کرنے والے تھے انہوں نے خود اپنے حریم دل کے طاقوں میں رسوم ورواج کے بت سجا لئے ہیں جن کی وہ پرستش کر رہے ہیں، فکر ونظر کی کجیوں کی نشاندہی کرنے والے کم نظر آتے ہیں اعتقاد وعمل کی گمراہیوں پر ٹوکنے والی وہ گرج دار آواز نہیں سنائی دیتی اور رسم ورواج کے خلاف جہاد کرنے والی آوازیں ماند پڑ گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ وقتی مصلحتوں سیاسی مفاد پرستوں اور دینوی غرضیوں سے بہت اعلیٰ اور بالا تھے اور اپنے مسلک کیلئے شمشیر بے نیام تھے۔ بقول نامور خطاط اور علامہ کے دوست عبدالرشید قمر'' کہ علامہ صاحب کے بعد تو قومی و دینی سیاست کا رنگ بے مزہ لگتا ہے اور خزاں خزاں کی سی کیفیت ہے آج عراق پر جو افتاد آئی ہے کاش علامہ صاحب زندہ ہوتے تو اس ملک میں عوامی ردعمل کا نقشہ ہی اور ہوتا جس طرح وہ سقوط ڈھاکہ پر قوم کو رلا گئے آج نئی کربلا کے سجنے پر ان کی کیفیت کیا ہوتی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا''۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر 30 مارچ کو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے سعودی عرب کے شہر ریاض میں انتقال کرگئے انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔